© rasailojaraid.com

علامہ محمد اقبالؒ اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے باہم تعلقات تاریخ کے سینہ پر ثبت ہیں، لیکن ہمارے مصنفین کی ذاتی پسند و ناپسند نے اِن شخصیات کی تعلق داری اور دوستی کے واقعات پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ وگرنہ اِن حضرات کی آپس کی قربت اتنی نمایاں تھی کہ جانبدار قلم کاروں کی دیدہ و دانستہ سینہ زوریوں کے باوجود آج بھی اِن کے دوستانہ مراسم لوحِ تاریخ پر جگمگاتے نظر آتے ہیں۔

تاریخی قرائن پتا دیتے ہیں کہ اقبال اور بخاری کے مابین شناسائی کا آغاز دسمبر ۱۹۱۹ء میں خلافت کانفرنس، امرتسر میں ہوا۔ جس میں علامہ اقبال سمیت ہندوستان کے تمام نمایاں سیاسی رہنما بھی شریک تھے۔ اِس کانفرنس میں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی زندگی کی پہلی سیاسی تقریر کی تھی۔ جسے سن کر مولانا محمد علی جوہر کہہ اُٹھے تھے کہ: ''بخاری! جب تم لوگوں کو پلاؤ اور قورمہ کھلا دیتے ہو تو اب تمہارے بعد ہمارے ساگ اور ستّو کو کون پوچھے گا۔'' جب سیّد بخاریؒ اپنی ایسی ہی شعلہ بار تقریروں کی بدولت گرفتار ہو کر تین سال کے لیے جیل چلے گئے تو خان غازی کابلی کی روایت کے مطابق اقبال نے سیّد بخاری کی گرفتاری پر ''اسیری'' کے عنوان سے ایک خوبصورت نظم لکھی تھی۔ جس کے یہ اشعار قابل ذکر ہیں:

ہے اسیری اعتبار اَفزاء جو ہو فطرت بلند
قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مشکِ ازفر چیز کیا ہے، اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے، ہو کر نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت، مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام وقفس سے بہرہ مند

اقبال نے بخاری کی اِسی نظر بندی پر ایک بیان میں کہا تھا کہ: ''مجھے مجلس خلافت کے اُن ارکان سے ہمدردی ہے جو اَپنی مجلس کی تجویز کے مطابق نیک نیتی سے یہ سمجھتے ہوئے گرفتار ہوئے کہ وہ ایک پاک مقصد کی خاطر ایثار کر رہے ہیں۔ خاص کر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور خواجہ عبدالرحمٰن غازی ایسے مشہور کارکنوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔ ہمیں اُن کی بعض رائیوں سے اختلاف بھی ہو، لیکن عقل واِنصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کی خوبیوں کا بھی اعتراف کیا جائے۔ وہ قومی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاموں میں بہت حصہ لیتے ہیں اور ضرورت کے وقت بڑا ایثار دکھاتے ہیں۔‘‘ (’’گفتارِ اقبال‘‘، ص ۴۰۔۴۱) گویا اقبال سیاسی اختلاف کے باوجود اُن کی قربانی و ایثار کے معترف تھے۔ اقبال ہی کا شعر سیّد بخاری کے حسب حال ہے کہ

ازل سے فطرتِ احرار میں ہے دوش بدوش
قلندری و قبا پوشی و کلہ داری

اقبال نے بخاری کی اِنھی دینی و قومی اور ملی خدمات کے پیش نظر کیا خوب تاریخی جملہ کہا تھا کہ:

’’شاہ جی! آپ اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں۔‘‘ (ہفت روزہ ’’چٹان‘‘ لاہور، ۱۹۶۲ء)

مارچ ۱۹۲۵ء کو انجمن خدام الدین لاہور کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا تھا۔ جس میں ہندوستان کے نامور علماء نے شرکت کی تھی۔ رات کو علامہ اقبال نے اپنے گھر میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی مدعو تھے۔ ضیافت سے قبل اور بعد میں بہت سے علمی اور دینی مسائل زیر بحث آئے۔ جن میں سود کا مسئلہ بھی شامل تھا۔
(’’بادشاہی مسجد لاہور‘‘ ص: ۳۸۔ از ڈاکٹر عبداللہ چغتائی)

جب اقبال ۱۹۲۶ء میں پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کا انتخاب لڑنے کے لیے میدان میں اترے تو فرزندِ اقبال جسٹس (ر) جاوید اقبال کے بقول سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اقبال کے انتخابی جلسوں میں اُن کی حمایت میں تقریریں کیں۔ (’’زندہ رودِ اقبال‘‘، ص ۴۹۶) اقبال کامیابی سے ہمکنار ہوئے تو اُن کی اِس سیاسی کامیابی میں سیّد بخاری کی خطابتی سحر کاری کا بھی خاصا عمل دخل شامل تھا۔

جب پنجاب میں قادیانیت کے فتنہ نے زور پکڑا تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے تحفظ ختم نبوت کے لیے خصوصی تگ ودو سے کام لیا اور استیصالِ قادیانیت کے لیے نہ صرف خود بھی خصوصی جدوجہد فرمائی، بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی اِس اہم محاذ پر کھڑا کیا تھا۔ ۱۹۳۰ء میں انجمن خدام الدین لاہور کے جلسہ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قادیانیت شکن سرگرمیوں اور مجاہدانہ یلغاروں کے اعتراف میں اُنہیں امیر شریعت نامزد کیا اور پانچ سو علماء سمیت سیّد بخاریؒ کی بیعت کی۔ اِس تاریخی موقع پر علامہ اقبال بھی موجود تھے۔

اقبال اور بخاری کے درمیان کافی معاملات قدرِ مشترک تھے۔ مثلاً قرآن فہمی، عالم اسلام کی ناگفتہ بہ حالت پر اِضطراب و بے قراری، انگریز دشمنی، شعر و اَدب کا ذوق وغیرہ۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۹۳۰ء میں ممتاز اِشترا کی مصنف باری علیگ نے روزنامہ ’’زمیندار‘‘ میں ’’اقبال اور بخاری‘‘ کے عنوان سے ایک پُر مغز مقالہ تحریر کیا تھا۔ جس میں انہوں نے دونوں شخصیات کا موازنہ کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمان نوجوانوں کو ان کی قیادت میں اٹھ کھڑے ہونے کا مشورہ بھی دیا تھا۔

۱۹۳۱ء میں سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں کشمیری مسلمانوں کی آزادی کے لیے مجلس احرار اسلام نے پہلی عوامی تحریک چلائی۔ تحریک کشمیر کے آغاز میں ہی علامہ اقبال نے کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں ہونے والے جلسوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا انتظام مجلس احرار اسلام کے سپرد کر دیا۔ (جس کی تفصیلات روزنامہ ''انقلاب'' لاہور کی فائلوں میں محفوظ ہیں۔) آزادیٔ کشمیر کے سلسلہ میں ہی ایک جلسہ اقبال کی صدارت میں لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں سیّد بخاری نے تقریر فرمائی۔ عوام کے اصرار اور شاہ جی کی سفارش پر اِقبال نے ناسازیٔ طبع کے باوجود حسب ذیل ایک شعر بھی سنایا تھا:

لاالہ گوئی بگو اَز رُوئے جاں
لاالہ ضرب است وضرب کاری است

اُنہی دنوں ''کشمیر کمیٹی'' کا قیام بھی عمل میں آیا تھا۔ جس میں دیگر مسلمان رہنماؤں کے علاوہ علامہ اقبال بھی شامل تھے، لیکن بدقسمتی سے کمیٹی کی سربراہی کا سہرا آنجہانی مرزا بشیر الدین محمود (سربراہ قادیانی جماعت) اپنے سر پر سجانے میں کامیاب ہوگیا۔ جس پر مجلس احرار نے ملک گیر شدید احتجاج کیا اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چودھری افضل حقؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے بارہا علامہ اقبال سے مذاکرات کیے اور اُن پر واضح کیا کہ کشمیریوں کی حمایت کے پردہ میں قادیانی کشمیر کو قادیانی ریاست بنانے کا ناپاک منصوبہ بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ بعد کے حالات نے بھی قادیانیوں کا مکروہ چہرہ واضح کر دیا۔ احرار کی رہنمائی میں مسلمانوں کے شدید دباؤ پر مرزا بشیر الدین کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہوگیا اور علامہ اقبال کو نیا صدر منتخب کر لیا گیا، لیکن علامہ اقبال بھی قادیانیوں کے اصل عزائم سے باخبر ہونے پر کمیٹی سے استعفیٰ دے کر الگ ہوگئے اور یوں اقبال نے سیّد بخاری اور اُن کی جماعت کے اُصولی مؤقف کے درست ہونے کی عملاً تائید کر دی۔

اقبال و بخاری کا یہ تعلقِ خاطر آخر دم تک قائم رہا۔ حتیٰ کہ جب ۱۹۳۸ء میں اقبال کا انتقال ہوا تو سید بخاری نے مسجد خیر الدین امرتسر میں ایک تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اقبال کو نہ انگریز نے سمجھا، نہ قوم نے۔ اگر انگریز سمجھتا تو اقبال بستر پر نہ مرتے، بلکہ پھانسی کے تختہ پر لٹکائے جاتے اور اگر قوم سمجھ لیتی تو آج تک غلام نہ رہتی۔''

اقبال و بخاری میں قرآن فہمی کا ذوق بدرجہ اتم موجود تھا۔ اقبال نے قرآن مجید کے بحرِ عمیق میں غواصی کی تھی۔ اِسی لیے سیّد بخاری فرمایا کرتے تھے کہ ''بابولوگو! قرآن کی قسمیں نہ کھایا کرو۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھا کرو۔ دیکھا! اقبال نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو دانشِ فرنگ پر ہلّہ بول دیا۔''

آج ملک وقوم جن حالات سے گزر رہے ہیں۔ ایسے میں اقبال جیسے دانشورانہ تدبر اور بخاری جیسی مومنانہ بصیرت کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یورپی اور اَمریکی استعمار نے عالم اسلام کو بری طرح اپنی سازشوں سے صیدِ زبوں کر رکھا ہے۔ دنیائے اسلام میں انقلابات کروٹیں لے رہے ہیں، لیکن اُن کی قیادتیں تدبر وبصیرت سے محروم ہیں اور اُن کے عوام اپنی منزل سے کوسوں دُور بھٹک رہے ہیں۔ اللہ امت مسلمہ کو اِقبال و بخاری جیسے عظیم المرتبت رہنما عطاء فرمائے۔ تاکہ ملتِ اسلامیہ کی کشتی ساحلِ مراد سے ہمکنار ہو سکے۔

خاموش ہوگئے ہیں، چمنستاں کے رازدار
سرمایۂ گداز تھی، جن کی نوائے درد

© rasailojaraid.com